An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

October-December, 2025, Volume:05, Issue:04 Pages:63-76

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

مسلم دانشورتحقیقی مرکز ملتان پاکستان

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

صحیح مسلم میں شیعہ رواۃ اور امام مسلم کے اصولِ انتخابِ رواۃ: ایک تحلیلی مطالعہ

SHIA NARRATORS IN SAHIH MUSLIM AND IMAM MUSLIM'S PRINCIPLES OF SELECTING NARRATORS: AN ANALYTICAL STUDY

Muhammad Ali Hameed[1], Professor Dr Muhammad Hussain Azad[2]

[1] PhD Scholar, Islamic Studies, NCBA&E, Lahore – Multan Sub Campus, Multan, Punjab, Pakistan.

[2] Professor (HoD), Islamic Studies, NCBA&E, Lahore – Multan Sub Campus, Multan, Punjab, Pakistan.

HEC "Y" Category

ARTICLE INFO

Article History:

Received: *November 27, 2025*

Revised: *December 23, 2025*

Accepted: *December 28, 2025*

Available Online: *December 31, 2025*

Keywords:

Hadith
Imam Muslim
Shia Narrators
Affiliation & Authentication
Methodology

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

CC BY

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

This study analyzes Imam Muslim's methodology in narration with particular reference to his treatment of Shia narrators in Sahih Muslim. The research examines the principles and standards adopted by Imam Muslim in the selection, authentication, and arrangement of hadith narrations, while highlighting his distinction between doctrinal inclination and the reliability of Shia narrators. By analyzing classical works of rijal and relevant narrations in Sahih Muslim, the study examines the status of Shia-affiliated transmitters and the extent of their acceptance within Imam Muslim's hadith methodology. This study further evaluates Imam Muslim's critical approach toward issues of precision, integrity, and sectarian association while demonstrating his scholarly objectivity and commitment to established standards of hadith criticism. Furthermore, the study discusses the methodological differences and similarities between Imam Muslim and other muhaddithin regarding shia narrators. This research contributes to a broader understanding of Sahih Muslim's methodological framework and Imam Muslim's balanced approach toward narrators from diverse doctrinal backgrounds.

***Corresponding Author's Email:** malihameed122310345@ncbaemultan.edu.pk*

عربی زبان کی عبقریت اور اس کا حسن اس کے گوناگوں اسالیبِ بیان میں پوشیدہ ہے۔ انھی اسالیب میں سے ایک اہم ترین حفاظتِ حدیث کے لیےاللہ تعالیٰ نے محدثین کی صورت میں ایسے باکمال اور خوش نصیب افراد کو پیدا فرمایا جنھوں نے صحیح، ضعیف اور موضوع روایات کے درمیان واضح فرق قائم کیا اور احادیثِ نبوی ﷺ کو نہایت محنت، باریک بینی، دیانت اور علمی بصیرت کے ساتھ محفوظ کیا۔ان کی کاوشوں کے نتیجے میں یہ علمی ورثہ آئندہ نسلوں تک منتقل ہوا۔اگر کوئی شخص کتبِ رجال اور فنِ جرح وتعدیل سے واقفیت حاصل کرلے تو وہ آسانی سے یہ جانچ سکتا ہے کہ کوئی حدیث صحیح اور قابلِ عمل ہے یا نہیں۔ محدثین کی یہ مساعی انتہائی مؤثر ثابت ہوئیں اور یوں حدیث کا عظیم ذخیرہ قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گیا۔

بعض ناقدین محدثین کی ان عظیم خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کی بجائے ان کی علمی کاوشوں پر اعتراضات اٹھاتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین میں شیعہ رجحان رکھنے والے راوی کثرت سے موجود تھے۔اسی طرح بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ احادیث کے حصول کی خاطر محدثین نے شیعہ اور رافضی راویوں کے عقائد کو نظرانداز کرتے ہوئے ان سے روایات نقل کیں۔اس قسم کے بیانات نہ صرف محدثین کے منہج کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں بلکہ ان کی تحقیقی اصولوں اور خدمات کو بھی مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسی صورتحال میں امام مسلم کے منہجِ روایت کو خاص طور پر شیعہ اور اہلِ تشیع رواۃ کے حوالے سے سمجھا جائے۔اہلِ تشیع میں جو افراد بدعتی شمار ہوتے ہیں، ان کے بارے میں محدثین کا اصول کیا تھا، یعنی کس درجے کی بدعت رکھنے والے راوی کی روایت قبول کی جاتی ہے اور کس کی نہیں اور اس کی علت کیا ہے۔اس جائزے سے منہج کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور محدثین کے طریقۂ کار کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔

بدعتی کی روایت کا حکم

بدعتی کی روایت کو رد کرنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ ہر بدعتی اس کی زد میں آئے گا جیسا کہ بعض لوگ باور کراتے ہیں۔ مبتدع کی روایت کے حوالے سے دو باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں: ہر بدعت اپنی قباحت و شناعت میں دوسری سے مختلف ہوتی ہے اور ہر بدعتی کا اپنی بدعت سے لگاؤ، اس پر عمل اور اس کی خاطر کسی حد تک جانے کے معاملے میں دوسروں سے مختلف ہوتا ہے، یعنی بدعات اور مبتدعین کے درجات ہیں۔ مبتدعین بھی اپنے اعتقادات اور افکار و نظریات میں یکساں نہیں ہوتے؛ بعض اسلام کے لبادے میں دشمنِ اسلام ہوتے ہیں اور اپنی بدعات کی تائید میں احادیث گھڑتے ہیں۔ بعض دشمن تو نہیں ہوتے لیکن اپنی بدعت کی تائید میں کذب بیانی کو جائز سمجھتے ہیں۔ بعض محبانِ اسلام ہوتے ہیں لیکن کسی دوسرے کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور ان کے دلوں میں احادیث کا احترام بھی ہوتا ہے اور یہ لوگ کذب بیانی کے انجام سے بھی خائف ہوتے ہیں۔ لیکن وہ احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے کے ناقل راوی ہیں اور اگر ان کی احادیث کو رد کر دیا جائے تو احکام و مسائل سے متعلقہ کثیر تعداد میں احادیث سے ہاتھ دھونا پڑ سکتا ہے۔

اسی وجہ سے **امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کہتے ہیں**

﴿لَوْتَرَكْتُ أَهْلَ الْبَصْرَةِ لِلْقَدَرِ، وَتَرَكْتُ أَهْلَ الْكُوفَةِ لِلتَّشَيُّعِ، لَخَرِبَتِ الْكُتُبُ﴾[1]

(اگر اہل بصرہ کو تقدیر اور اہل کوفہ کو تشیع کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو کتب احادیث برباد ہو جائیں)

امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) بغیر غلو و تحریف والی تشیع کے متعلق لکھتے ہیں

﴿فَهَذَا كَثِيرٌ فِي التَّابِعِينَ وَتَابِعِيهِم مَعَ الدِّينِ وَالْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، فَلَوْ رُدَّ حَدِيثُ هَؤُلَاءِ لَذَهَبَتْ جُمْلَةٌ مِنَ الْآثَارِ النَّبَوِيَّةِ وَهَذِهِ مُفْسِدَةٌ بَيِّنَة﴾[2]

(یہ بدعت تو کثیر تابعین اور تبع تابعین میں ان کی دینداری، تقوی شعاری اور صداقت کے باوجود پائی جاتی تھی، تو اگر ان سب کی احادیث کو رد کر دیا جائے تو احادیث نبویہ ﷺ کا بہت سارا حصہ ضائع و برباد ہو جائے گا جو واضح فساد اور خرابی ہے)

کس بدعتی کی روایت کا اعتبار ہے؟

محدثین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مبتدع اپنی بدعت کا داعی ہو اور اس کی بدعت ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے اسے کافر کہا جائے یا وہ شخص اپنے مخالف کو گمراہ و کافر سمجھتا ہو تو ایسے راوی کی روایت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور جو شخص اپنی بدعت کا داعی نہ ہو اور نہ ہی وہ ایسی روایت بیان کر رہا ہو جس سے اس کی بدعت کو سہارا مل رہا ہو تو اگر ایسا راوی عادل ہو تو اس کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔

جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کہتے ہیں

﴿يُكْتَبُ الْحَدِيثُ إِلَّا عَنْ أَرْبَعَةٍ: غَلَّاطٍ لَا يَرْجِعُ، وَكَذَّابٍ، وَصَاحِبِ هَوًى يَدْعُو إِلَى بَدْعَتِهِ،وَرَجُلٍ لَا يَحْفَظُ فَيُحَدِّثُ مِمَّا حَفِظَهُ﴾[3]

(حدیث لکھی جاسکتی ہے سوائے چار لوگوں کے،(۱) بہت غلطیاں کرنے والا جو رجوع نہ کرے،(۲) جھوٹا (۳) خواہش نفس والا جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے (۴) وہ آدمی جو یاد نہ رکھتا ہو پھر وہ اس چیز سے حدیث بیان کرے جسے اس نے یاد کیا ہو)

امام عبدالرحمن بن مھدی (م ۱۹۸ھ) کا قول ہے

﴿ثَلَاثَةٌ لَايُؤْخَذُ عَنْهُمْ: الْمُتَّهَمُ بِالْكِذْبِ، وَصَاحِبُ بَدْعَةٍ إِلَى بَدْعَتِهِ، وَالرَّجُلُ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الْوَهْمُ وَالْغَلَطُ﴾[4]

(تین طرح کے لوگوں سے حدیث نہیں لی جاتی (۱) جھوٹ سے متہم (۲) بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو (۳) اور وہ آدمی جس پر وہم اور غلطی غالب ہو)

امام مسلم (م ۲۶۱ھ) مقدمہ صحیح مسلم میں لکھتے ہیں

﴿وَأَنْ يَتَّقِي مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا مِنْ أَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبَدَعِ﴾[5]

(اور یہ کہ اس چیز سے بچا جائے جو اہلِ تہمت اور اہلِ بدعت میں سے ضد کرنے والے لوگوں کی طرف سے ہو)

انہی اسباب کو مد نظر رکھ کر محدثین بدعت مکفرہ (جس کے مرتکب کو کافر کہا جا سکتا ہے) کے مرتکب راوی کی روایت کو رد کرتے ہیں اور بدعت مفسقہ والے کی روایت کو لینے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی بدعت کا داعی ہو گا تو روایت مردود ہو گی اور داعی نہیں مگر جو روایت بیان کر رہا ہے اس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہے تو وہ بھی قبول نہ گی۔ اور اگر وہ داعی بھی نہیں اور روایت بھی بدعت کی تائید میں نہیں تو قبول کی جائے گی۔

شیعہ کا تعارف

شیعہ کے لغوی معنی اتباع اور اطاعت کے ہیں، چنانچہ کسی آدمی کے پیروکاروں، ساتھیوں اور معاونین کے لیے عرب لوگ "شِيعَةُ الرَّجُلِ" کے الفاظ بولتے ہیں۔[6] لغت عرب میں اگرچہ شیعہ پیروکار اور مددگار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن بعد میں ایک مخصوص گروہ اور جماعت کے لیے لفظ شیعہ بطور نام کے استعمال ہونے لگا۔[7] چنانچہ مختلف اہل علم نے اس لفظ کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔

امام ابن حزم (م ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں

﴿مَنْ وَ افَقَ الشِّيعَةَ فِي أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ وَوَلَدُهُ مِنْ بَعْدِهِ فَهُوَشِيعِيٌّ﴾[8]

(جو شخص سیدنا علیرضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل، امامت کا زیادہ حق دار اور ان کے بعد ان کو اولاد کو امامت کا مستحق ماننے میں شیعہ کی موافقت کرتا ہے تو وہ شیعہ ہے)(اگرچہ باقی مسائل میں شیعہ کے مخالف ہی کیوں نہ ہو)[9]

امام ابن الاثیرؒ(م ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

﴿وَأَصْلُ الشِّيعَةِ الْفِرْقَةُ مِنَ النَّاسِ، وَقَدْ غَلَبَ هَذَا الاسْمُ عَلَى كُلِّ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يَتَوَلَّى عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ، حَتَّى صَارَ لَهُمُ اسْمًا خَاصًّا﴾[10]

(شیعہ کا حقیقی معنی لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ اب یہ نام زیادہ تر ہر اس آدمی پر بولا جاتا ہے جسے یہ زعم ہے کہ وہ سیدنا علی اور ان کے اہل بیت سے محبت وعقیدت رکھتا ہے، اب تو یہ انہی کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے)

امام ابن تیمیہؒ(م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

﴿كَانَتِ الشِّيعَةُ الْمُتَقَدِّمُونَ الَّذِينَ صَحِبُوا عَلِيًّا أَوكَانُوا فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ لَمْ يَتَنَازَعُوا فِي تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ وَإِنَّمَا كَانَ نِزَاعُهُمْ فِي [تَفْضِيلِ] عَلِيٍّ، وَعُثْمَانَ، وَهَذَا مِمَّا يَعْتَرِفُ بِهِ﴾[11]

(ابتداً شیعہ وہ تھے جو (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے یا انہوں نے ان کا زمانہ پایا، انھوں نے (سیدنا) ابو بکرؓ و عمرؓ کی فضیلت میں اختلاف نہیں کیا، اور ان کا اختلاف (سیدنا) علیؓ و عثمانؓ کی (فضیلت) کے بارے میں تھا اور یہ چیز وہ تسلیم کرتے ہیں)

امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) کے رقمطراز ہیں:

﴿أَنَّ الْبِدْعَةَ عَلَى ضَرْبَيْنِ: فَبِدْعَةٌ صُغْرَى كَغُلُوِّ التَّشَيُّعِ، أَوْ كَالتَّشَيُّعِ بِلَا غُلُوٍّ وَلَا تَحَرُّفٍ، فَهَذَا كَثِيرٌ فِي التَّابِعِينَ وَتَابِعِيهِمْ مَعَ الدِّينِ وَالْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، فَلَوْ رُدَّ حَدِيثُ هَؤُلَاءِ لَذَهَبَ جُمْلَةٌ مِنَ الْآثَارِ النَّبَوِيَّةِ، وَهَذِهِ مَفْسَدَةٌ بَيِّنَةٌ﴾[12]

(بدعت کی دو اقسام ہیں ایک چھوٹی بدعت ہوتی ہے، جیسے تشیع میں غلو کرنا، یا صرف تشیع رکھنا بغیر غلو اور بغیر انحراف کے۔ اور اس قسم کے لوگ (یعنی بغیر غلو والے شیعہ) تابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں بڑی تعداد میں تھے، باوجود اس کے کہ وہ دین دار، پرہیزگار اور سچے لوگ تھے۔ لہٰذا اگر ایسے لوگوں کی حدیثیں رد کر دی جائیں تو نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث ختم ہو جائیں گی، اور یہ ایک واضح بڑا نقصان ہے)

ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں

﴿يُطْلَقُ فِي عرفِ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ مِنَ الْخَلَفِ وَالسَّلَفِ عَلَى أَتْبَاعِ عَلِيٍّ وَبَنِيهِ﴾[13]

(سلف و خلف کے فقہاء و متکلمین کے ہاں شیعہ کا اطلاق سیدنا علی اور ان کی اولاد کے پیروکاروں پر کیا جاتا ہے)

صحیح بات یہ ہے کہ شیعہ ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جس نے سیّدنا علی کو ان سے قبل والے خلفاء راشدین پر فوقیت دی اور یہ خیال کیا کہ اہل بیت خلافت کے زیادہ حقدار تھے[14]

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

﴿التَّشَيُّعُ فِي عُرْفِ الْمُتَقَدِّمِينَ هُوَ اعْتِقَادُ تَفْضِيلِ عَلِيٍّ عَلَى عُثْمَانَ، وَأَنَّ عَلِيًّا كَانَ مُصِيبًا فِي حُرُوبِهِ، وَأَنَّ مُخَالِفَهُ مُخْطِئٌ، مَعَ تَقْدِيمِ الشَّيْخَيْنِ وَتَفْضِيلِهِمَا، وَرُبَّمَا اعْتَقَدَ بَعْضُهُمْ أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ الْخَلْقِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ﴾[15]

(متقدمین کے عرف میں تشیع سے مراد یہ تھا کہ سیدنا علیؓ کو سیدنا عثمانؓ پر فضیلت دی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت علیؓ اپنی جنگوں میں حق پر تھے اور ان کے مخالف غلطی پر تھے، لیکن اس کے باوجود حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مقدم اور افضل مانتے تھے۔ اور بعض لوگ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علیؓ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں)

درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا تمام تعریفیں اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں کیونکہ ہر امام نے اپنے اپنے دور کو مد نظر رکھتے ہوئے شیعہ کی تعریف پیش کی ہے۔ مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل مانتا ہے، انہیں اور ان کی اولاد کو رسول اللہ ﷺ کے بعد امامت و خلافت کا زیادہ حق دار خیال کرتا ہے اور انہی کے لائق اتباع ہونے کا نظریہ رکھتا ہے تو ایسا شخص شیعہ کہلائے گا چاہے اس کے نظریات جو بھی ہوں۔

رافضی کا تعارف

"رافضی کے معنی "تتر بتر ہونا، بکھر جانا، منتشر ہونا اور تعصب برتنا ہے[16]

امام ابن تیمیہؒ(م ۷۲۸ھ) منہاج السنہ میں لکھتے ہیں

﴿وَمِنْ زَمَنِ خُرُوجِ زَيْدٍ افْتَرَقَتِ الشِّيعَةُ إِلَى رَافِضَةٍ، وَزَيْدِيَّةٍ، فَإِنَّهُ لَمَّا سُئِلَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمَا رَفَضَهُ قَوْمٌ، فَقَالَ لَهُمْ: رَفَضْتُمُونِي، فَسُمُّوا رَافِضَةً لِرَفْضِهِمْ إِيَّاهُ، وَسُمِّيَ مَنْ لَمْ يَرْفُضْهُ مِنَ الشِّيعَةِ زَيْدِيًّا؛ لِانْتِسَابِهِمْ إِلَيْهِ﴾[17]

(اور زید بن علی کے خروج کے زمانے سے شیعہ دو گروہوں میں بٹ گئے: رافضہ اور زیدیہ۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ان سے سیدنا ابو بکر و عمر فاروق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے ان دونوں کے لیے رحمت کی دعا کی۔ اس پر ایک جماعت نے انہیں چھوڑ دیا۔ تو انہوں نے ان سے کہا (رَفَضْتُمُونِي) تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ لوگ "رافضہ" کہلائے، کیونکہ انہوں نے ان کو ترک کر دیا تھا۔ اور جو شیعہ انہیں چھوڑ کر الگ نہ ہوئے، وہ "زیدیہ" کہلائے، کیونکہ وہ ان کی طرف منسوب تھے)

امام ذہبیؒ(م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں

﴿بِدْعَةٌ كُبْرَى، كَالرَّفْضِ الْكَامِلِ وَالْغُلُوِّ فِيهِ، وَالْحَطِّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَالدُّعَاءِ إِلَى ذٰلِكَ﴾[18]

(بدعت کبریٰ یہ ہے، جیسے مکمل رافضیت اختیار کی جائے، اس میں حد سے بڑھ جانا(یعنی غلو کرنا)اور سیدنا ابو بکر و عمر پر طعن کرنا اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلانا)

ابن خلدون(م ۸۰۸ھ)اپنی کتاب تاریخ ابن خلدون میں لکھتے ہیں

﴿وَلَمَّا نَاظَرَ الْإِمَامِيَّةَ زَيْدٌ فِي إِمَامَةِ الشَّيْخَيْنِ، وَرَأَوْهُ يَقُولُ بِإِمَامَتِهِمَا وَلَا يَتَبَرَّأُ مِنْهُمَا، رَفَضُوهُ وَلَمْ يَجْعَلُوهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ، وَبِذٰلِكَ سُمُّوا رَافِضَةً﴾[19]

(جب امامیہ (شیعہ اثنا عشریہ) نے زید(بن علی) سے شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی امامت کے بارے میں مناظرہ کیا، اور دیکھا کہ وہ ان دونوں کی امامت کو تسلیم کرتے ہیں اور ان سے براءت (لاتعلقی) نہیں کرتے، تو انہوں نے زید(بن علی کو)اپنے ائمہ میں شمار نہیں کیا۔اسی وجہ سے وہ 'رافضہ' کہلائے)

قاضی سلیمان منصور پوری(م 1930ء)اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں لکھتے ہیں

(جب زید الشہید بن امام زین العابدینؒ کے مقابلے میں یوسف ثقفی لشکر لایا تو یہ سب امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے پھر زید الشہید بن امام زین العابدینؒ نے فرمایا"رَفَضُونَا الیَومَ"(آج انہوں نے ہمیں رد کر دیا) اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔آپ 15 صفر 121ھ کو اسی جنگ میں شہید ہوئے)[20]

خلاصہ(شیعہ اور رافضی میں فرق)

قدیم(متقدمین) شیعہ اور روافض کے درمیان بنیادی فرق درج ذیل نکات کی صورت میں واضح کیا جاسکتا ہے:

i) تشیع صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینے کا نام ہے۔اور یہ نظریہ دور صحابہ میں بھی پایا جاتا تھا۔

ii) پھر جو 'غالی شیعہ' ہوئے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے بھی افضل سمجھنے کی وجہ سے ہوئے۔مگر یہ تمام صحابہ کا احترام کرتے تھے اور کسی کی تکفیر (کافر کہنا) کے قائل نہ تھے۔جبکہ روافض چند ایک کے علاوہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ اسلام سے پھر گئے تھے۔

iii) قدیم شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی و علمی حامی تھے (جیسے کوفہ کے بعض زہاد و عباد) جبکہ روافض کی اصطلاح امام زید بن علی(م ۱۲۲ھ) کے واقعے سے نکلی۔جب انہوں نے شیخین (ابو بکر و عمر) پر تنقید سے انکار کیا، تو ان کے پیروکاروں نے انہیں "رفض "(چھوڑ) دیا، جنہیں رافضی کہا گیا۔

iv) بدعت کبریٰ یہ ہے، کہ مکمل رافضیت اختیار کی جائے، اس میں حد سے بڑھ جانا(یعنی غلو کرنا)اور شیخین (سیدنا ابو بکر و عمر)پر طعن کرنا اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلانا

v) کئی قدیم شیعہ رواۃ سے محدثین نے حدیثیں قبول کیں کیونکہ وہ ثقہ تھے اور ایمانداری سے کام لیتے تھے اور صحابہ کرام کے گستاخ نہیں تھے جبکہ روافض یا رفض میں غلو کرنے والوں سے محدثین نے روایت قبول نہیں کیں۔کیونکہ تقیہ انکا شعار اور جھوٹ انکا دثار ہے۔

vi) "تشیُّع" اگرچہ بدعت ہے لیکن کوئی ایسی بدعت نہیں جس سے اخوتِ اسلامی ختم ہو جائے۔کیونکہ تشیع تو صرف سیدنا علی کو سیدنا عثمان سے افضل قرار دینے کا نام ہے۔اور یہ نظریہ دورِ صحابہ میں بھی پایا جاتا تھا۔پھر جو 'غالی شیعہ' ہوئے وہ سیدنا علی کو شیخین (ابو بکر و عمر) سے بھی افضل سمجھنے کی وجہ سے ہوئے۔یعنی تشیع میں غلو بھی اگرچہ اہل السنہ کے متفقہ موقف سے متصادم ہے لیکن یہ بھی ایسی بدعت نہیں کہ انھیں اخوت اسلامی کا حقدار ہی نہ مانا جائے اور ان سے روایات نہ قبول کی جائیں۔

البتہ 'رفض' بدعت کبری ہے۔رافضہ کی روایت بھی اسی وجہ سے قبول نہیں کی جاتی کہ تقیہ انکا شعار اور جھوٹا نکا دثار ہے۔ یہ لوگ شیخین (سیدنا ابو بکر و عمر)ودیگر صحابہ کرام پر سب وشتم کرتے ہیں اور ان سے بغض کا اظہار کرتے ہیں۔!

امام مسلم(۲۶۱ھ) کے مجموعہ احادیث "الصحیح" کا مختصر تعارف

بلاشبہ امام مسلم کی جملہ تصنیفات اپنی مثال آپ ہیں لیکن ان میں سے جو مقام، مقبولیت اور شہرت صحیح مسلم کو ملی وہ آپ کی کسی دوسری تصنیف کے حصے میں نہیں آئی۔ذیل میں ہم آپ کی اس مایہ ناز کتاب کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

"المسند الصحیح" یا صحیح مسلم کا حقیقی نام

امام مسلم کا مجموعہ احادیث اگرچہ صحیح مسلم کے نام سے معروف ہے لیکن یہ اس کا حقیقی نام نہیں ہے۔امام صاحب نے بذات خود اپنی اس کتاب میں کہیں بھی اس کے نام کا تعین نہیں کیا۔اس کتاب کے نام "الصحیح" ہونے کا اشارہ سب سے پہلے اس کتاب کی تالیف میں امام صاحب کے معاون امام احمد بن سلمہ (۲۸۶ھ) کے کلام سے ملتا ہے۔[21]

ان کے بعد متعدد اہل علم ابن الاثیر (۶۳۰ھ)اور نووی(۶۷۶ھ)وغیرہ نے اسے اسی نام سے موسوم کیا ہے۔[22]بعض دیگر اہل علم نے اس کتاب کا نام "الجامع" یا "الجامع الصحیح" بیان کیا ہے۔[23]امام مسلمؒ نے اپنے بعض اقوال میں اس کتاب کے مختلف ناموں کی طرف اشارہ کیا ہے، جیسے آپ کا قول ہے:

﴿صَنَّفْتُ هٰذَا الْمُسْنَدَ الصَّحِيحَ مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ أَلْفِ حَدِيثٍ مَسْمُوعَةٍ﴾[24]

(میں نے اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث میں سے احادیث لے کر "المسندالصحیح" کو تصنیف کیا ہے۔

لہذا متعدد اہل علم نے اسی نام کو اختیار کیا ہے۔[23] بعض اہل علم نے اضافے کے ساتھ ذکر کیا ہے: مثلاً احمد بن عبدالرحمن تجیبی (م ۳۰۷ھ) نے

﴿الْمُسْنَدُ الصَّحِيحُ الْمُخْتَصَرُ مِنَ السُّنَنِ بِنَقْلِ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ﴾[25]

المسند الصحیح میں امام مسلم کی احتیاط اور محنت

امام مسلم نے پندرہ سال کی محنت کے بعد تین لاکھ احادیث کے وسیع ذخیرے سے منتخب کردہ چند ہزار احادیث پر مشتمل یہ کتاب زیورِ تکمیل سے آراستہ ہوئی۔ آپ خود فرماتے ہیں

﴿صَنَّفْتُ هٰذَا الْمُسْنَدَ الصَّحِيحَ مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ أَلْفِ حَدِيثٍ مَسْمُوعَةٍ﴾[26]

(میں نے اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث میں سے احادیث لے کر "الْمُسْنَدُ الصَّحِيح" کو تصنیف کیا ہے)

امام مسلم نے اس کتاب کو جس تحقیق اور جامعیت کے ساتھ تصنیف کیا ہے وہ اپنی جگہ پر انتہائی قابل داد ہے، لیکن اسے کے باوجود آپ نے اس تصنیف میں صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر اس مجموعہ میں آپ صرف وہ احادیث لائے جن کی صحت پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا۔ امام مسلم کہتے ہیں:

﴿لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَضَعْتُهُ هٰهُنَا، إِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ﴾[27]

(میں نے اپنے نزدیک ہر صحیح حدیث کو یہاں ذکر نہیں کیا، بلکہ میں نے اس میں وہی احادیث ذکر کی ہیں جن کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے)

پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ مزید تحقیق کے لیے آپ نے کتاب کی تکمیل پر اسے امام ابو زرعہ (۲۶۴ھ) کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانہ میں علل حدیث اور جرح و تعدیل کے فن میں امام گردانے جاتے تھے۔ اسی بابت امام مسلمؒ فرماتے ہیں

﴿عَرَضْتُ كِتَابِي هٰذَا الْمُسْنَدَ عَلَىٰ أَبِي زُرْعَةَ. فَكُلُّ مَا أَشَارَأَنْ لَهُ عِلَّةً تَرَكْتُهُ، وَكُلُّ مَا قَالَ إِنَّهُ صَحِيحٌ وَلَيْسَ لَهُ عِلَّةٌ أَخْرَجْتُهُ﴾[28]

(میں نے یہ مسند امام ابوزرعہ رازیؒ کی خدمت میں پیش کی، تو جس حدیث میں انہوں نے علت کی نشاندہی کی میں نے اسے خارج کر دیا اور جسے انھوں نے علت سے محفوظ اور صحیح کہا اسے میں نے ذکر کر دیا)

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں احادیث کو ابواب کے لحاظ سے بالترتیب رقم کیا ہے لیکن آپ نے ان پر تراجم ابواب اور عنوانات مقرر نہیں کیے۔ صحیح مسلم مطبوع میں جو تبویب موجود ہے وہ امام نووی کے مرہون منت ہے۔

امام مسلم کی شروط روایت

امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح کی تصنیف میں ملحوظ رکھی گئی بعض شرائط کا تذکرہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا ہے۔ اس کے مطابق امام مسلمؒ کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں

1) حدیث کے معاملے میں آپ کی شرط یہ ہے کہ آپ مسند و متصل اور صحیح روایت ہی ذکر کریں گے اور تکرار سے احتراز کریں گے، کسی خاص مقصد مثلاً معانی کی زیادتی، علت کی وضاحت یا کسی اور فائدے کے پیش نظر تکرار ہو سکتا ہے۔

2) امام مسلمؒ نے رواۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کیے ہیں۔ پہلے طبقے میں وہ راوی آتے ہیں جو ضبط و حفظ میں اعلی درجہ پر ہیں ان کی روایت میں سخت اختلاف ہے نہ اختلاط۔ دوسرا طبقہ متوسطین کا ہے جو حفظ و اتقان میں پہلے طبقے کے ہمسر نہ ہوں لیکن صدق وامانت میں وہ پہلے طبقے کے مثل ہوں اور ان کا عیب پوشیدہ ہو۔ تیسرے طبقے میں وہ راوی شامل ہیں جو محدثین کے ہاں مطعون، متروک یا متہم بالکذب ہوں۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث لانے کی شرط یہ قائم کی ہے کہ اس کے راوی پہلے دو طبقوں میں سے ہوں اور دونوں میں سے بھی پہلے طبقہ کی روایات مقدم ہوں گی۔ رہا تیسرا طبقہ تو اس کے بارے میں انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اس طبقہ کی احادیث کی تخریج نہیں کریں گے۔[29]

3) امام مسلمؒ اتصال سند کے لیے صرف راوی اور مروی عنہ کی معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں، لقاء کو ضروری نہیں سمجھتے۔[30]

4) ان شروط کے علاوہ بعض نقاد محدثین نے استقراء وتتبع کے ذریعے سے بھی امام مسلمؒ کی شرائط معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے ایک امام محمد بن طاہر مقدسی (۵۰۷ھ) ہیں۔ ان کے بقول امام مسلمؒ وہی حدیث نقل کرتے ہیں جس کی سند میں کسی معروف صحابی تک کے تمام رواۃ ثقہ ہوں۔ سلسلۂ اسناد متصل ہو منقطع نہ ہو۔ اگر صحابی سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد راوی ہوں تو بہتر ورنہ ایک معتبر راوی بھی کافی ہے۔[31]

امام حازمی (۵۸۴ھ) کی رائے کے مطابق صحت حدیث کے لیے راوی میں مطلوب خصائل و اوصاف کے علاوہ راوی میں مزید چند اعلیٰ صفات کے وجود کا التزام بھی کیا ہے۔ اپنی بات کی وضاحت کے لیے وہ فرماتے ہیں کہ ہر محدث کے تلامذہ کے پانچ طبقات ہوتے ہیں، جن میں سے ہر طبقہ اپنے سے نچلے طبقے پر فوقیت وفضیلت رکھتا ہے، مثلاً امام زہری (۱۲۴ھ) کے تلامذہ کو پانچ طبقات میں یوں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلے طبقے میں وہ راوی آتے ہیں جو عدل واتقان اور حفظ میں تام ہوں اور انھیں امام ابن شہاب زہریؒ کے ساتھ طول ملازمت کا شرف حاصل ہو، وہ حضر وسفر میں ان کے رفیق رہے ہوں اور انھیں امام زہریؒ کی احادیث جانچنے کا موقع ملا ہو۔ اس طبقے کی روایات کو امام بخاری اصول میں ذکر کرتے ہیں۔

دوسرے طبقے کے راوی وہ ہیں جو عدل وضبط میں طبقہ اولی کے شریک ہوں لیکن انھیں امام ابن شہاب زہریؒ کی طول ملازمت حاصل ہو نہ انھیں آپ کی احادیث جانچنے کا موقع ملا ہو اور اتقان میں بھی پہلے طبقے سے کمتر ہو۔اس طبقے سے امام مسلمؒ تو اصول میں روایات لاتے ہیں لیکن امام بخاریؒ متابعات اور شواہد میں ان کی احادیث کو جگہ دیتے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان رواۃ کا ہے جو طبقہ اولی کی مانند امام زہریؒ سے اتصال تو رکھتے ہیں لیکن جرح سے محفوظ نہیں۔ان کا درجہ رد و قبول کے مابین ہے۔

چوتھے اور پانچویں دونوں طبقات کے رواۃ اس تیسرے درجے سے بھی کمتر درجے کے حامل ہیں۔

امام بخاری(م ۲۵۶ھ) کی شرط طبقہ اولی کے رواۃ سے اخذ حدیث کرنا ہے لیکن وہ کبھی کبھی دوسرے طبقے کے بعض رواۃ سے بھی روایت لے آتے ہیں جبکہ امام مسلمؒ کی شرط دوسرے طبقے کے راوی ہیں لیکن وہ بعض اوقات تیسرے طبقے سے بھی اخذ حدیث کر لیتے ہیں۔[32]

طبقات کی اس تقسیم پر حافظ ابن حجر(م ۸۵۲ھ) نے یہ اضافہ کیا ہے کہ طبقات کی یہ درجہ بندی مکثرین محدثین کے لیے ہے جبکہ غیر مکثرین کے معاملے میں شیخین صرف انھی رواۃ کی حدیث پر اعتماد کرتے ہیں جو عادل ، ثقہ اور قلت خطا سے متصف ہوں ، پھر ان ثقہ رواۃ میں سے جس پر اعتماد قوی ہو اس کی منفرد روایت بھی قبول کر لیتے ہیں اور جس پر اعتماد قوی نہ ہو تو اس کی روایت مقرون لاتے ہیں۔[33]

صحت صحیح مسلم پر اکابرین امت کا اجماع اور اس کا مقام و مرتبہ

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کی تالیف میں جس قوی حفظ وضبط،علوم حدیث بالخصوص جرح و تعدیل اور علل حدیث میں مہارت، دقت بینی کا مظاہرہ کیا ہے، پھر اس سے بڑھ کر لاکھوں کی تعداد میں اپنے حافظے میں محصون احادیث میں سے چند ہزار احادیث کے انتخاب میں بسر ہونے والی پندرہ سال کی طویل مدت میں جس محنت کے ساتھ مرتب کیا وہ واقعی اس قابل ہے کہ ان کی کتاب کو﴿أصح الکتب بعد کتاب محمد بن اسماعیل البخاری﴾ یعنی صحیح بخاری کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے ہونے کا لقب دیا جائے۔

یاد رہے کہ ان دونوں کتابوں کے بارے میں علمائے امت کا یہ حکم بلا وجہ نہیں۔احادیث کا اکثر و بیشتر ذخیرہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے دور میں معروف و مشہور تھا۔اسی ذخیرہ سے انہوں نے صحیح احادیث پر مشتمل مجموعہ مرتب کیا۔ایک ایک حدیث اور ہر ایک کی سند کی خوب چھان پھٹک کی۔خوب تحقیق کے بعد صحت کا یقین ہوا تو اس میں اسے درج کیا۔ماہرین فن حدیث کے سامنے اپنی کتابوں کو پیش کیا اور انہوں نے بھی ان کی تصدیق کی۔ان کے بعد بھی سینکڑوں محدثین کی نظریں ان پر مرتکز رہیں۔ان کے معیار صحت کو جانچا، ایک ایک سند کو پرکھا، ہر سند کے راویوں کی تحقیق کی، روایت کے متن اور ہر متن کے تمام الفاظ کی تنقیح و تعیین ہوئی، پھر کہیں جا کر علی وجہ البصیرت تصحیح حدیث میں ان دونوں حضرات کی تصدیق و تائید کی گئی[34]

امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائنی(۴۸۴ھ) کہتے ہیں

﴿أَهْلُ الصَّنْعَةِ مُجْمِعُونَ عَلَى أَنَّ الْأَخْبَارَ الَّتِي اشْتَمَلَ عَلَيْهَا الصَّحِيحَانِ مَقْطُوعٌ بِهَا عَنْ صَاحِبِ الشَّرْعِ، وَإِنْ حَصَلَ الْخِلَافُ فِي بَعْضِهَا، فَذَلِكَ خِلَافٌ فِي طُرُقِهَا وَرُوَاتِهَا﴾[35]

(ماہرین فن حدیث کا اس پر اجماع ہے کہ صحیحین کی صاحب شریعت سے منقول سبھی احادیث قطعاً صحیح ہیں اور (اس میں کوئی اختلاف نہیں) اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ احادیث کی اسناد و رواۃ کے اعتبار سے ہے)

امام الحرمین جوینی(م ۴۷۸ھ) اس انداز میں صحیحین کی صحت پر امت کا اجماع نقل کرتے ہیں

﴿لَوْ حَلَفَ إِنْسَانٌ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ بِأَنَّ مَا فِي كِتَابِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ مِمَّا حَكَمَا بِصِحَّتِهِ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ، لَمَا أَلْزَمْتُهُ الطَّلَاقَ وَلَا حَنَّثْتُهُ، لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى صِحَّتِهِمَا﴾[36]

(اگر کوئی انسان یہ قسم اٹھالے کہ صحیحین میں جن فرامین نبوی پر شیخین نے صحت کا حکم لگایا ہے وہ صحیح نہ ہوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہو تو اس سے اس کی بیوی کو طلاق ہو گی نہ وہ گناہ گار ہو گا کیونکہ تمام مسلمانوں کا ان دونوں کی صحت پر اجماع ہے۔)

حافظ ابن الصلاح(۶۴۳ھ) لکھتے ہیں

(وہ تمام احادیث جنھیں امام بخاری و مسلمؒ نے اپنی صحیحین میں صحیح قرار دیا ہے ان کی صحت قطعی ہے کیونکہ تمام امت کے نزدیک ان کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل ہے ماسوا ان چند افراد کے جن کا اختلاف یا اتفاق اجماع میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا)[36]

صحیحین کی مرفوع احادیث کی صحت پر اجماع کا یہی دعوی **حافظ ابو بکر جوزقی(۳۸۸ھ)، حافظ ابو نصر سجزی(۴۴۴ھ)، امام ابو عبد اللہ حمیدی(۴۸۸)، حافظ ابن طاہر مقدسی، امام نووی، حافظ العلائی(۷۶۱ھ) اور امام بدر الدین عینی(۸۵۵ھ)** نے بھی کیا ہے۔ متاخرین میں دو در جن سے زائد آئمہ فن نے یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیحین کی تمام روایات صحیح اور قطعی ہیں مگر اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش ہے نہ چنداں اس کی ضرورت۔[37]

شیعہ رواۃ سے اخذ حدیث میں امام مسلم کا اسلوب

ہمیں صحیح مسلم میں شیعہ رواۃ کی موجودگی کی وجہ سے کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے چند امور کو ملحوظ رکھنا چاہیے جن کے ذریعے سے صحیح مسلم کے شیعہ رواۃ کی وجہ سے اذہان میں پیدا ہونے والے اشکالات کو رفع کرنے میں مدد ملے گی۔

امام صاحب کا منہج صحیح حدیث نقل کرنا ہے نہ کہ غیر مجروح راوی کی روایت

امام صاحب کا منہج یہ ہے کہ وہ صرف وہی احادیث ذکر کریں گے جو صحیح ہیں۔

امام مسلم لکھتے ہیں

﴿لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَضَعْتُهُ هٰهُنَا، إِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ﴾[38]

(میں نے اپنے نزدیک ہر صحیح حدیث کو یہاں ذکر نہیں کیا، بلکہ میں نے یہاں وہی ذکر کی ہیں جن کی صحت پر اجماع ہے۔)

راوی کی ثقاہت اور راوی کی روایت دونوں الگ چیزیں ہیں۔ کسی راوی کے ضعیف ہونے یا کسی محدث کے اس پر جرح کرنے سے یہ ہر گز لازم نہیں آتا کہ اس کی روایت کردہ تمام تر احادیث مردود اور ضعیف ہیں۔ اسی طرح کسی روایت کے صحیح ہونے سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ اس کے تمام راوی حفظ وعدالت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ لہٰذا اگر بعض متکلم فیہ، مجروح یا مبتدع راوی موجود ہیں تو ان کی بنا پر صحت پر حرف گیری کی جا سکتی ہے نہ ان روایات کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس بات کا یہ معنی ہر گز نہیں ہے کہ صحیح مسلم میں ضعیف رواۃ کی بھرمار ہے یا ان کی روایات متابعات وشواہد ہی کی بنا پر صحیح ہیں۔ صحیح مسلم کے اکثر راوی نہ صرف ثقہ بلکہ ثقاہت وعدالت میں بے مثال اور اوثق راوی ہیں اور نہایت قلیل مقدار میں ایسے راوی صحیح مسلم میں پائے جاتے ہیں جن پر کسی قسم کی جرح کی گئی ہے۔

امام صاحب کا متکلم فیہ رواۃ کی صحیح احادیث منتخب کرنا

امام مسلمؒ نے مجروح اور متکلم فیہ رواۃ کو علی الاطلاق رد نہیں کیا بلکہ انھوں نے اس سلسلے میں نہایت معتدل اسلوب اختیار کیا ہے کہ وہ ایسے رواۃ کی جملہ روایات میں سے صحیح احادیث کا انتخاب کر کے انھیں صحیح میں درج کرتے ہیں، کیونکہ کسی راوی پر کی گئی جرح سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ اس کی جملہ روایات ہی ضعیف ہیں۔ بسا اوقات ایک راوی کسی خاص علاقے، خاص استاذ یا اپنی حیات مستعار کے کسی موقع کی نسبت سے مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے قرین انصاف بات یہی ہے کہ اس کی جو احادیث میزان نقد وتحقیق پر پوری اترتی اور صحیح قرار پاتی ہیں انھیں قبول کر لیا جائے اور دیگر احادیث کو رد کر دیا جائے اور اسی معتدل اصول کو امام صاحب نے صحیح مسلم میں اختیار کیا ہے۔[39]

امام مسلمؒ پر اعتراض کیا گیا کہ انھوں نے مطر وراق سے روایت لی ہے تو امام ابن القیم (م ۷۵۱ھ) نے جواب میں لکھا

﴿وَلَا عَيْبَ عَلَى مُسْلِمٍ فِي إِخْرَاجِ حَدِيثِهِ؛ لِأَنَّهُ يَنْتَقِي مِنْ أَحَادِيثِ هٰذَا الضَّرْبِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ حَفِظَهُ، كَمَا يَطْرَحُ مِنْ أَحَادِيثِ الثِّقَةِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ غَلِطَ فِيهِ﴾[40]

(مطر کی روایت نقل کرنے کی وجہ سے امام مسلمؒ پر کوئی عیب یا اعتراض نہیں کیونکہ وہ اس قسم کے رواۃ کی احادیث کو فن نقد پر جانچنے کے بعد ان میں سے وہ حدیث منتخب کرتے ہیں جو اس نے یاد کی ہو جس طرح کہ آپ کسی ثقہ راوی کی بھی ان احادیث کو رد کر دیتے ہیں جن میں اس سے خطا سرزد ہوئی ہو)

عالی سند پر اکتفا کرنا

طویل سند کے بجائے چھوٹی سند والی روایت کو ذکر کرنا، اس کی صراحت امام مسلمؒ نے اس موقع پر کی جب ان سے امام ابوزرعہ رازیؒ کے صحیح مسلم میں موجود بعض مجروح رواۃ پر اعتراض کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا أَدْخَلْتُ مِنْ حَدِيثِ أَسْبَاطٍ وَقُطْنٍ وَأَحْمَدَ مَا قَدْ رَوَاهُ الثِّقَاتُ عَنْ شُيُوخِهِمْ، إِلَّا أَنَّهُ رُبَّمَا وَقَعَ إِلَيَّ عَنْهُمْ بِارْتِفَاعٍ، وَيَكُونُ عِنْدِي مِنْ رِوَايَةِ أَوْثَقَ مِنْهُمْ بِنُزُولٍ، فَأَقْتَصِرُ عَلَى ذٰلِكَ﴾[41]

(میں نے اسباط، قطن اور احمد کی صرف وہی احادیث صحیح مسلم میں شامل کی ہیں جو ثقہ رواۃ نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہیں، مگر بسا اوقات مجھے ان (متکلم فیہ رواۃ) سے حدیث عالی سند سے ملتی ہے جبکہ میرے پاس ان سے اوثق راوی کی روایت نازل سند سے ہوتی ہے، چنانچہ میں اس عالی روایت پر اکتفا کر لیتا ہوں)

اصول اور متابعات وشواہد میں مذکور صحیح کے رواۃ کے مابین فرق مراتب

جو راوی کسی بھی اعتبار سے مجروح ہو، اس میں کوئی نقص یا ضعف پایا جاتا ہو یا اس میں کوئی قابل جرح امر ہو تو وہ اس کی روایت کو اصول کی بجائے شواہد اور متابعات میں ذکر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں امام مسلمؒ نے اپنا منہج صحیح مسلم کے مقدمے میں ذکر کیا ہے۔

امام مسلم لکھتے ہیں

﴿فَأَمَّا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ، فَإِنَّا نَتَوَخَّى أَنْ نُقَدِّمَ الْأَخْبَارَ الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا، وَأَنْقَى مِنْ أَنْ يَكُونَ نُقَّالُهَا أَهْلَ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيثِ، وَإِتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوا، لَمْ يُوجَدْ فِي رِوَايَتِهِمُ اخْتِلَافٌ شَدِيدٌ، وَلَا تَخْلِيطٌ فَاحِشٌ، فَإِنْ نَحْنُ تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ، أَتْبَعْنَا أَخْبَارًا يَقَعُ فِي أَسَانِيدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ بِالْحِفْظِ وَالْإِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ، عَلَى أَنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِيمَا وَصَفْنَا دُونَهُمْ، فَإِنَّ اسْمَ السِّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ﴾[42]

(پہلی قسم میں ہم وہ احادیث ذکر کریں گے جو دیگر روایات کی نسبت عیوب ونقائص سے محفوظ ہیں اور ان کے رواۃ حدیث بیان کرنے میں ثقہ اور قوی حفظ وضبط کے مالک ہوں، ان کی روایات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہو نہ کہ فحش اختلاط موجود ہو۔ اس قسم کے رواۃ کی روایات سے فارغ ہو کر ان (کی متابعات وشواہد کے طور پر ان) کے بعد ایسی احادیث لائیں گے جن کی اسناد میں بعض ایسے راوی ہوں گے جو پہلے طبقے کے رواۃ جیسے حفظ واتقان سے موصوف تو اگرچہ نہ ہوں لیکن حفظ وضبط میں

کمتر ہونے کے باوجود وہ صدق وامانت اور علم حدیث سے شغف میں پہلے طبقے کے مثل ہوں)

امام مسلمؒ کے اس اسلوب پر گفتگو کرتے ہوئے قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) کہتے ہیں

(امام مسلمؒ نے ابواب میں پہلے دو طبقات کی احادیث ذکر کی ہیں اور دوسرے طبقے کی اسناد وحدیث کو انھوں نے پہلے طبقے کی حدیث کے متابع اور شاہد کے طور پر ذکر کیا ہے یا پھر وہاں ذکر کیا ہے جہاں انھیں پہلے طبقے سے کوئی چیز نہیں ملی)[43]

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں

﴿يَذْكُرُ الْحَدِيثَ أَوَّلًا بِإِسْنَادٍ نَظِيفٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ، وَيَجْعَلُهُ أَصْلًا، ثُمَّ يُتْبِعُ ذٰلِكَ بِإِسْنَادٍ آخَرَ أَوْ أَسَانِيدَ فِيهَا بَعْضُ الضُّعَفَاءِ، عَلَىٰ وَجْهِ التَّأْكِيدِ بِالْمُتَابَعَةِ أَوْلِزِيَادَةٍ فِيهِ﴾[44]

(امام مسلمؒ پہلے ایک عمدہ سند سے حدیث لے کر آتے ہیں جس کے رواۃ ثقہ ہوتے ہیں اور اسے اصل قرار دیتے ہیں پھر متابعت کے ذریعے سے اسے مضبوط ومؤکد کرنے کے لیے یا کسی زائد بات کے لیے اس کے بعد ایک سند یا ایسی متعدد اسناد لے کر آتے ہیں جن میں بعض کمزور راوی ہوتے ہیں۔)

ماضی قریب کے نامور ماہر جرح وتعدیل عبدالرحمن المعلمی الیمانی (۱۳۸۶ھ) لکھتے ہیں:

﴿عَادَةُ مُسْلِمٍ أَنْ يُرَتِّبَ رِوَايَاتِ الْحَدِيثِ بِحَسَبِ قُوَّتِهَا؛ فَيُقَدِّمُ الْأَصَحَّ فَالْأَصَحَّ﴾[45]

(امام مسلمؒ کی عادت ہے کہ احادیث کو ان کی قوت کے اعتبار سے مرتب کرتے ہیں، وہ پہلے صحیح تر پھر اس سے کمتر صحیح ذکر کرتے ہیں)

شرط عدل سے مراد کثرت محاسن

نقل روایت کے لیے راوی کا عادل ہونا شرط ہے، لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ محدثین کے ہاں عادل ہونے سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ راوی مکمل طور پر گناہوں سے پاک اور معصوم ہو اس سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوتی ہو۔ اگر یہ شرط عائد کر دی جائے تو پھر کوئی راوی عادل نہیں مل پائے گا کیونکہ معصومیت وہ مقام ہے جو انبیاء ہی کے لائق شان ہے، اس لیے اگر کسی راوی کے محاسن اس کے معاصی سے زیادہ ہوں اور اس میں عادل کی خوبیاں پائی جاتی ہوں اسے عادل قرار دیا جائے گا۔

جیسا کہ امام شافعی (۲۰۴ھ) لکھتے ہیں

﴿لَوْ كَانَ الْعَدْلُ مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ لَمْ نَجِدْ عَدْلًا، وَلَوْ كَانَ كُلُّ مُذْنِبٍ عَدْلًا لَمْ نَجِدْ مَجْرُوحًا، وَلٰكِنَّ الْعَدْلَ مَنِ اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ، وَكَانَتْ مَحَاسِنُهُ أَكْثَرَ مِنْ مَسَاوِئِهِ﴾[46]

(اگر عادل وہ ہو جس کا کوئی گناہ نہیں تو ہمیں کوئی عادل نہیں ملے گا اور اگر ہر گناہ گار عادل ہو تو کوئی مجروح نہیں ملے گا، بلکہ عادل وہ ہے جو کبائر سے اجتناب کرے اور اس کی نیکیاں اس کی خطاؤں سے زیادہ ہوں)

امام شافعیؒ کا یہ بھی قول ہے کہ

(اگر راوی کی نیکیاں زیادہ ہوں تو وہ عادل اور اگر اس کی خطائیں زیادہ ہیں تو وہ مجروح ہے۔)[47]

اس سے ملتے جلتے اقوال **سعید بن مسیب (۹۴ھ)**[48]، **ابن حبان (۳۵۴ھ)**[49] اور **ابن اثیر**[50] سے بھی منقول ہیں۔

امام غزالی تو لکھتے ہیں

(عادل راوی کے لیے تمام گناہوں سے محفوظ ہونے کی شرط نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)[51]

فن جرح وتعدیل میں مہارت تامہ

فن جرح وتعدیل میں امام صاحب کی جلالت شان کے پیش نظر محدثین کے ہاں یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جن رواۃ سے امام صاحب نے روایت لی ہے وہ ان کے ہاں ثقہ ومعتبر ہیں اور ان رواۃ پر اگر کسی نے کلام بھی کیا ہے تو وہ لائق اعتناء نہیں ہے اور ترجیح امام مسلم کی رائے کو ہے۔

حافظ المشرق خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

﴿مَا احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ بِهِ مِنْ جَمَاعَةٍ عُلِمَ الطَّعْنُ فِيهِمْ مِنْ غَيْرِهِمْ، مَحْمُولٌ عَلَىٰ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتِ الطَّعْنُ الْمُؤَثِّرُ مُفَسَّرَ السَّبَبِ﴾[52]

(وہ رواۃ جن سے امام بخاری، مسلم اور ابوداود نے حجت لی ہے اور دیگر محدثین میں سے کسی نے ان پر جرح کی ہے تو یہ اس بات پر محمول ہے کہ یہ جرح؛ مؤثر سببِ جرح کی عدم وضاحت کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتی)

امام نوویؒ ایسے متکلم فیہ اور مجروح رواۃ کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(صحیح مسلم میں رواۃ کی ایک قلیل تعداد ایسی بھی ہے جن پر بعض متقدمین نے جرح کی ہے اور ان کی اس جرح کا حکم یہ ہے کہ یہ جرح شرط جرح کے مطابق ثابت نہیں ہے)[53]

جرح وتعدیل میں آئمہ کا اختلافِ آراء اور ہر مجروح کا ضعیف نہ ہونا

رواۃ کی ثقاہت وضعف اور ان پر جرح وتعدیل کے معاملے میں آئمہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے اور مختلف آئمہ مختلف امور کو سبب جرح قرار دیتے ہیں، لہذا اگر ایک امام کسی راوی کو ثقہ قرار دیتا ہے تو کوئی دوسرا امام گوناگوں وجوہات کی بنا پر اسی راوی پر جرح کر دیتا ہے۔[54] حالانکہ ان آئمہ کے اختیار کردہ بعض اسباب کو کسی بھی طرح قبول حدیث کے معاملے میں سبب جرح نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جرح وتعدیل کے معاملے میں آئمہ کے نقطہ نگاہ کے اختلاف کی بنا پر متاخرین آئمہ نے متقدمین کو تین طبقات؛ متشدد، معتدل

اور متساہل کے مابین تقسیم کیا ہے،[55]اور آئمہ سے جرح و تعدیل کے سلسلے میں کچھ تسامحات بھی ہوئے ہیں کیونکہ کوئی بھی انسان خطا سے معصوم نہیں ہے۔

امام ذہبی (م۷۴۸ھ) لکھتے ہیں

(ہم آئمہ جرح وتعدیل کے معمولی اغلاط سرزد ہونے سے اور آپس میں پائی جانے والی عناد و رقابت کی بنا پر غصے میں کی جانے والی جرح سے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے)[56]

لہذا اگر کسی راوی پر کسی امام نے کوئی جرح کی ہو تو صرف اس کی بنیاد پر اس راوی کو ضعیف قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو کوئی بھی راوی لائق اعتبار نہیں رہے گا۔

امام زیلعی (۷۶۲ھ) لکھتے ہیں

﴿مُجَرَّدُ الْكَلَامِ فِي الرَّجُلِ لَا يُسْقِطُ حَدِيثَهُ، وَلَوِ اعْتَبَرْنَا ذٰلِكَ لَذَهَبَ مُعْظَمُ السُّنَّةِ؛ إِذْ لَمْ يَسْلَمْ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ﴾[57]

(کسی راوی کے خلاف مطلقا جرح سے اس کی حدیث ساقط الاعتبار نہیں ہو گی، کیونکہ اس اعتبار سے تو سنت کا بیشتر حصہ ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ جسے اللہ محفوظ رکھے اس کے سوا کوئی بھی لوگوں کے کلام سے محفوظ نہیں رہ سکتا)

اگر کسی راوی کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کی رائے مختلف ہو تو قرائن کی روشنی میں تعین کیا جائے گا کہ راوی کی جرح وتعدیل کے معاملے میں معدلین کی رائے کو ترجیح دی جائے یا جارحین کی رائے کو اور اس وقت تک کسی راوی کی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا جب تک جرح کی ترجیح کے قرائن ثابت نہ ہوں۔

امام نسائی (م۳۰۳ھ) کہتے ہیں

﴿لَا يُتْرَكُ الرَّجُلُ عِنْدِي حَتَّى يَجْتَمِعَ الْجَمِيعُ عَلَى تَرْكِهِ، فَأَمَّا إِذَا وَثَّقَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَضَعَّفَهُ الْقَطَّانُ مَثَلًا، فَإِنَّهُ لَا يُتْرَكُ لِمَا عُرِفَ مِنْ تَشَدُّدِ يَحْيَىٰ وَمَنْ هُوَ مِثْلُهُ فِي النَّقْدِ﴾[58]

(میرے نزدیک کسی راوی کو اس وقت تک ترک نہیں کیا جائے جب تک سب اسے متروک قرار دینے پر متفق نہ ہوں، مثلاً اگر امام ابن مہدی (۱۹۸ھ) کسی کی توثیق اور امام ابن قطان (۱۹۸ھ) اس کی تضعیف کرتے ہیں تو ایسے راوی کو ترک نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ابن قطان اور ان کی مانند بعض دیگر آئمہ کا جرح میں متشدد ہونا معروف ہے۔)

معلوم ہوا کہ اگر کسی راوی پر کسی امام کی طرف سے ضعف، بدعت یا کوئی اور جرح کی گئی ہو تو اس کی بنا پر اسے ضعیف قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ بسا اوقات راوی پر وہ جرح اور اس پر لگایا گیا اتہام بدعت ثابت ہی نہیں ہوتا۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی راوی مطلقا ضعیف نہیں ہوتا بلکہ بعض احوال، شیوخ، علاقے یا حدیث معین کے معاملے میں ضعیف ہوتا ہے، لہذا محدثین کے ہاں ایسے راوی کی تمام روایات مردود نہیں ہوں گی، بلکہ وہی روایات ضعیف ہوں گی جن میں وہ ضعف کا شکار ہوا ہے۔

رواۃ صحیحین کی ثقاہت اور ان پر جرح کا غیر مؤثر ہونا

حافظ ابن حجر (م۸۵۲ھ) صحیحین کے رواۃ کی تعدیل کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں

﴿رُوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الِاتِّفَاقُ عَلَى الْقَوْلِ بِتَعْدِيلِهِمْ بِطَرِيقِ اللُّزُومِ، فَهُمْ مُقَدَّمُونَ عَلَى غَيْرِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ، وَهٰذَا أَصْلٌ لَا يُخْرَجُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ﴾[59]

(صحیحین کے رواۃ کی تعدیل کے قول کو حتمی طور پر محدثین کا اتفاق حاصل ہے، لہذا وہ دیگر رواۃ کی روایات میں ان پر مقدم ہیں۔ یہ اصولی بات ہے جس کا دلیل کے بغیر انکار نہیں جا سکتا)

باقی کتاب کی نسبت مقدمہ صحیح مسلم میں شروط صحت کا عدم اطلاق

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں جن رواۃ سے روایت لی ہے ان پر ان شرائط کا اطلاق نہیں ہوتا جنھیں امام مسلمؒ نے باقی کتاب میں ملحوظ رکھا ہے، لہذا اگر مقدمہ صحیح مسلم میں کوئی راوی ضعیف، مبتدع یا متکلم فیہ ہو تو اس کی بنا پر امام مسلمؒ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں امام ابن القیمؒ مقدمہ میں مذکور ایک راوی کی بابت گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں

﴿وَأَمَّا قَوْلُكُمْ إِنَّ مُسْلِمًا رَوَى لِسُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ فِي صَحِيحِهِ، فَلَيْسَ كَمَا ذَكَرْتُمْ، وَإِنَّمَا رَوَى لَهُ فِي مُقَدِّمَةِ كِتَابِهِ، وَمُسْلِمٌ لَمْ يَشْتَرِطْ فِيهَا مَا شَرَطَهُ فِي الْكِتَابِ مِنَ الصِّحَّةِ، فَلَهَا شَأْنٌ وَلِسَائِرِ كِتَابِهِ شَأْنٌ آخَرُ، وَلَا يَشُكُّ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي ذٰلِكَ﴾[60]

(رہا تمہارا یہ کہنا کہ امام مسلمؒ نے سفیان بن حسین سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔ حالانکہ جیسا تم ذکر کر رہے ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ امام مسلمؒ نے ان سے اپنی کتاب کے مقدمے میں روایت ذکر کی ہے اور امام مسلمؒ نے اپنے مقدمے میں وہ شرائط نہیں لگائیں جو انھوں نے صحت حدیث کے لیے اپنی کتاب میں عائد کی ہیں۔ مقدمے اور باقی کتاب کا معاملہ الگ الگ ہے جس میں کسی محدث کو کوئی شبہ نہیں ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ اگر ہم کتب رجال کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب رجال مقدمہ صحیح مسلم اور باقی صحیح مسلم کے رواۃ کے مابین تفریق کرتے ہوئے دونوں کے لیے الگ الگ رموز استعمال کرتے ہیں۔

جیسے امام مزی (۷۴۲ھ) ﴿تُحْفَةُ الْأَشْرَافِ بِمَعْرِفَةِ الْأَطْرَافِ﴾ میں صحیح مسلم کے مقدمہ کے رواۃ کے لیے "مق" اور باقی رواۃ کے لیے "م" کی رمز اختیار کرتے ہیں۔

شیعیت سے متہم رواۃ اور ان کا تجزیاتی مطالعہ

ذیل میں ہم چند ایسے رواۃ کا بطور مثال ذکر کرتے ہیں جن سے امام مسلمؒ نے روایت لی ہے، جبکہ ان پر تشیع کی جرح ہے۔

ابان بن تغلب (۱۴۰ھ یا ۱۴۱ھ)

آپ کا نام و نسب ابان بن تغلب بن رباح، کنیت ابو سعد اور نسبت کوفی اور ربعی ہے۔ آپ پر تشیع کا اتہام ہے۔ آپ نے ۱۴۰ھ یا ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔[61]

امام ابن سعد (۲۳۰ھ)،[62] یحیی بن معین (۲۳۳ھ)،[63] احمد (۲۴۱ھ)[64] اور نسائیؒ (۳۰۳ھ)[65] نے ابان کو "ثِقَة" کہا ہے۔

امام احمدؒ نے ایک جگہ "ثَبتَ الْحَدِيث"[66] لکھا ہے۔ (حدیث میں پختہ)

امام ابو حاتم (۲۷۷ھ) نے "ثِقَة صَالِحٌ"[67] کہا۔ (نیک اور ثقہ)

امام ابن حبان[68] اور ابن شاہین (م ۳۸۵ھ)[69] نے انھیں "الثقات" میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن عدی (م ۳۶۵ھ) نے "صَالِح لَابَأْسَ بِهِ"[70] کہا۔ (نیک ہیں اور ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔)

اور امام ذہبیؒ نے کبھی "ثقہ معروف"[71] اور کبھی "صدوق مشھور"[72] کہا ہے۔ (مشہور و معروف اور سچے و ثقہ ہیں۔)

ابان بن تغلب پر اتہام تشیع

"جرح" تشیع پر تبصرہ

مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابان بن تغلب پر تشیع کی جرح معتبر آئمہ سے ثابت ہونے کی بنا پر ان کا شیعہ ہونا مسلم ہے لیکن آپ اپنے تشیع میں غالی نہیں ہیں۔ اگرچہ بعض محدثین نے انھیں تشیع میں غالی قرار دیا ہے لیکن ایک تو کسی بھی محدث نے ان کے غلو کی کوئی مثال بیان کی نہیں کی اور نہ انھیں اپنی بدعت کا داعی قرار دیا ہے اور نہ ہی انہیں رافضی کہا گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ جن محدثین نے انھیں غالی قرار دیا ہے ان کی جرح مردود ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ابان بن تغلب پر غلو کی جرح کرنے والے سب سے پہلے امام جوزجانیؒ ہیں اور ان کی جرح ان کے ناصبی ہونے کی بنا پر مردود ہے۔

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) ان کی جرح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

﴿ أَمَّا الْجَوْزَجَانِيُّ فَلَا عِبْرَةَ بِحَطِّهِ عَلَى الْكُوفِيِّينَ ﴾[73]

(رہے جوزجانی تو کوفیوں پر جرح کرنے میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔)

رہے عبدالرحمٰن بن حکم تو وہ بذات خود مجہول ہیں۔ ان کے حالات صرف امام ابن ابو حاتمؒ کے ہاں ملے لیکن انھوں نے بھی ان کی بابت کوئی جرح و تعدیل کا حکم نہیں لگایا۔[74]

عبدالرحمٰنؒ بن حکم نے بھی یہ حکم شاید اس لیے لگایا ہے کہ ان کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں اور عمرو بن قیس (۱۴۶ھ) ابان بن تغلب کے پاس سے گزرے تو ہم نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے ہلکا سا جواب دیا۔ اس پر عمرو نے کہا کہ ان کے دلوں میں مؤمنوں کے خلاف کینہ ہے۔ اگر ہمارے لیے انھیں سلام نہ کرنا جائز ہوتا تو ہم کبھی انھیں سلام نہ کرتے۔[75] اس واقعے سے یہ واضح ہے کہ اس کی بنا پر ابان پر غلو کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔

جہاں تک امام عدیؒ کے ان پر غلو کے حکم لگانے کا تعلق ہے تو یہ امام عدیؒ کی جانب ایک غلط فہمی پر مبنی انتساب ہے۔ امام ابن عدیؒ نے ہرگز ابان پر غلو کا حکم نہیں لگایا۔ امام عدیؒ کی جانب اس جرح کا انتساب سب سے پہلے امام جوزی نے کیا اور ان کی اقتدا میں امام ذہبیؒ نے ان کی طرف اس جرح کی نسبت کر دی۔[76] امام ابن عدیؒ نے ابان پر صرف تشیع کی جرح کی ہے، لکھتے ہیں:

﴿أَحَادِيثُهُ عَامَّتُهَا مُسْتَقِيمَةٌ إِذَا رَوَى عَنْهُ ثِقَةٌ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ فِي الرِّوَايَاتِ، وَإِنْ كَانَ مَذْهَبُهُ مَذْهَبَ الشِّيعَةِ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي الْكُوفَةِ، وَقَوْلُ السَّعْدِيِّ "مَذْمُومُ الْمَذْهَبِ مُجَاهِرٌ" يُرِيدُ بِهِ أَنَّهُ كَانَ يَغْلُو فِي التَّشَيُّعِ، لَمْ يُرِدْ بِهِ ضَعْفًا فِي الرِّوَايَةِ، وَهُوَ فِي الرِّوَايَةِ صَالِحٌ لَا بَأْسَ بِهِ﴾[77]

(ابان سے جب ثقہ راوی روایت کرے تو ان کی اکثر احادیث صحیح ہوتی ہیں۔ آپ روایات میں سچے ہیں اگرچہ آپ کا مذہب شیعہ کا ہے جو کوفہ میں معروف ہے۔۔۔ امام سعدی (جوزجانیؒ) اپنے قول "مذموم المذھب مجاھر" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابان تشیع میں غلو کیا کرتے تھے اور انھوں نے اس سے ابان کا روایت میں ضعف مراد نہیں لیا۔ آپ روایت میں صالح ہیں، روایت میں کوئی حرج نہیں۔)

امام ابن عدیؒ نے دراصل امام جوزجانیؒ کے قول کا مفہوم واضح کیا ہے نہ کہ ابان پر غلو کا حکم لگایا ہے، لیکن نامعلوم کس غلط فہمی کی بنا پر اسے ابان پر غلو کا حکم خیال کر لیا گیا، حالانکہ اس سے قبل امام ابن عدیؒ نے ابان کے متعلق اپنا نظریہ واضح کیا ہے کہ وہ کوفیوں کی مانند شیعہ ہیں۔ رہے حافظ ازدی تو آپ کے اپنے ضعیف ہونے کی بنا پر آپ کی جرح مردود ہے۔

مذکورہ گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ ابان ہرگز غالی شیعہ نہیں تھے اور اگر انھیں غالی شیعہ قرار بھی دیا جائے تو امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لفظ غالی کے اطلاق کے متعلق لکھتے ہیں:

"سلف کے دور اور عرف میں غالی شیعہ وہ تھا جو سیدنا علیؓ کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے گروہ اور سیدنا عثمان، زبیر، طلحہ، معاویہ کے خلاف دشنام طرازی سے بچ کر کلام کرتا تھا، جبکہ ہمارے دور اور عرف میں غالی شیعہ وہ ہے جو ان سادات کی تکفیر کرتا اور شیخین سے اظہار برأت کرتا ہے، لہٰذا یہ ہلاکت زدہ گمراہ ہے"[78]

حافظ ابن حجرؒ ابان پر جرح تشیع کے ضمن میں شیعہ و روافض سے اخذ حدیث کا حکم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

﴿فَالتَّشَيُّعُ فِي عُرْفِ الْمُتَقَدِّمِينَ هُوَ اعْتِقَادُ تَفْضِيلِ عَلِيٍّ عَلَىٰ عُثْمَانَ، وَأَنَّ عَلِيًّا كَانَ مُصِيبًا فِي حُرُوبِهِ، وَأَنَّ مُخَالِفَهُ مُخْطِئٌ، مَعَ تَقْدِيمِ الشَّيْخَيْنِ وَتَفْضِيلِهِمَا، وَرُبَّمَا اعْتَقَدَ بَعْضُهُمْ أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ الْخَلْقِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَإِذَا كَانَ مُعْتَقِدُ ذٰلِكَ وَرِعًا دِينًا صَادِقًا مُجْتَهِدًا فَلَا تُرَدُّ رِوَايَتُهُ بِهٰذَا، لَاسِيَّمَا إِنْ كَانَ غَيْرَ دَاعِيَةٍ. وَأَمَّا التَّشَيُّعُ فِي عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِينَ فَهُوَ الرَّفْضُ الْمَحْضُ، فَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ الرَّافِضِيِّ الْغَالِي وَلَا كَرَامَةَ﴾[79]

(متقدمین کے عرف میں تشیع سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کو سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) پر فضیلت حاصل ہے، اور یہ کہ سیدنا علی اپنی جنگوں میں حق پر تھے جبکہ ان کے مخالفین خطا پر تھے، اس کے ساتھ ساتھ شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو مقدم رکھنا اور انہیں افضل تسلیم کرنا ہے۔ بسا اوقات ان میں سے بعض یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے بعد بہترین مخلوق ہیں۔ چنانچہ اگر ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص پرہیزگار، دیندار، سچا اور صاحبِ اجتہاد ہو، تو اس کی وجہ سے اس کی روایت (حدیث) رد نہیں کی جائے گی، بالخصوص اگر وہ اپنے نظریے کی طرف دعوت دینے والا (داعی) نہ ہو، لیکن متاخرین کے عرف میں تشیع سے مراد 'رفضِ محض' (خالص رافضیت) ہے؛ چنانچہ ایسے غالی رافضی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اسے کوئی اہمیت دی جائے گی)

صحیح مسلم میں ابان بن تغلب کی روایات

صحیح مسلم میں ابان کی چار (۴) روایات اصول و متابعات میں مذکور ہیں، لیکن کوئی بھی روایت ان کی بدعت کی مؤید نہیں۔

ما حصل: آئمہ و محدثین کے اقوال سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابان بن تغلب ثقہ اور مقبول راوی ہیں۔ آپ میں بدعت تشیع پائی جاتی ہے جو کہ داعی اور غالی نہ ہونے کی بنا پر روایت کی قبولیت میں مضر نہیں۔ امام مسلمؒ نے آپ سے اصول میں روایات ذکر کر کے بتانا چاہا ہے کہ آپ ان کے ہاں تشیع سے متہم نہیں یا وہ ان کے شیعہ ہونے کو ان کی روایات کی قبولیت میں مضر نہیں سمجھتے۔

اسماعیل بن عبد الرحمن السدی (۱۲۷ھ)

آپ کا نام و نسب اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ السدی ہے، کنیت ابو محمد، نسبت کوفی اور لقب سدی کبیر ہے۔ آپ نے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں ہی وفات پائی۔ آپ پر شیعہ ہونے کی وجہ سے جرح ہے۔

مطلقا تعدیل کرنے والے

یحیی بن سعید القطانؒ (م۱۹۸ھ) کہتے ہیں

﴿لَا بَأْسَ بِهِ،مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَذْكُرُهُ إِلَّا بِخَيْرٍ،وَمَا تَرَكَهُ أَحَدٌ،وَيَرْوِي عَنْهُ شُعْبَةُ﴾[80]

(اس میں کوئی مسئلہ نہیں، میں نے سب کو اس کا ذکر خیر کرتے ہی سنا ہے، کسی نے اس کی روایت کو ترک نہیں کیا)

﴿وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ يَغْضَبُ وَيَكْرَهُ مَنْ يُضَعِّفُهُ﴾[81]

(جو کوئی اسے ضعیف کہتا امام ابن مھدی اس پر غصہ ہوتے اور ناپسند کرتے)

ابو حاتم الرازیؒ نے کہا

﴿يُكْتَبُ حَدِيثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ﴾[82]

(حدیث بطور متابعت لی جاسکتی ہے۔)

امام احمدؒ بن حنبل (م۲۴۱ھ) نے کبھی "ثِقَةصَالِح"[83] اور کبھی "مُقَارِبُ الْحَدِيثِ[84] کہا امام نسائیؒ، امام احمدؒ اور امام ذہبیؒ[85] نے " لَا بَأْسَ بِهِ، هُوَ حَسَنُ الْحَدِيثِ"[86] کہا (اس کی حدیث حسن درجے کی ہے)

ابن عدیؒ نے "مُسْتَقِيمُ الْحَدِيثِ، صَدُوق"[87] کہا (سچا ہے اس کی حدیث درست ہے) اور امام سمعانی نے "ثِقَة مَأْمُون"[88] کہا (ثقہ ہے اور امانتدار ہے۔) ابن حبانؒ نے انہیں "الثقات"[89] میں ذکر کیا ہے۔

جرح کرنے والے

ابراہیم بن مھاجر، یحیی بن معین اور ابو یحیی القتات نے "فِي حَدِيثِهِ ضَعْف"[90] کہا، امام ابو زرعہ نے "لَيِّن"[91] کہا، امام عقیلی نے "ضَعِيفٌ، وَكَانَ يَتَنَاوَلُ الشَّيْخَيْنِ "[92] (شیخین پر جرح کرتا تھا۔) اور حافظ ابن حجر نے " صَدُوقٌ يَهِمُ، وَرُمِيَ بِالتَّشَيُّعِ"[93]

جرح "تشیع" پر تبصرہ

بعض نے یحیی کو مطلق تشیع اور بعض میں تشیع میں غلو کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن ان کو غالی قرار دینے سے ہر گز یہ مراد نہیں کہ آپ دور حاضر کے شیعہ کی مانند شیخین ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ کی تکفیر کرتے یا انھیں سب شتم کا نشانہ بناتے تھے، بلکہ اس مراد یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے حربی مخالف صحابہ کے خلاف کلام تو کرتے تھے لیکن ان پر دشنام طرازی سے محفوظ تھے جیسا کہ امام ذہبیؒ کا قول گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ ان میں دور ماضی کا غلو ہی پایا جاتا تھا جو زیادہ قبیح ہے نہ اس کا مرتکب کافر ہے، لہذا ایسے راوی کی روایت معتبر ہے۔ بایں سبب ان پر تشیع کا اتہام لگانے والے آئمہ میں سے کسی نے انھیں متروک قرار دیا ہے نہ ضعیف بلکہ ان کی توثیق کی ہے۔

صحیح مسلم میں یحیٰ بن جزار کی روایات

صحیح مسلم میں ان کی دو(۲) روایات ہیں، جن میں ایک مرفوع لیکن مقرون ہے جبکہ دوسری متابعات میں ہے۔[94]

ماحصل: یحیٰ ثقہ اور مقبول راوی ہیں۔ ان میں غالی تشیع پایا جاتا ہے، جو قرون اولیٰ کی اصطلاح کو مدنظر رکھ کر لگایا گیا ہے، ان کا یہ غلوان کی روایت کی قبولیت میں مضر نہیں، لہذا اس کو بنیاد بنا کر صحیح مسلم کی صحت پر لب کشائی نہیں کی جاسکتی۔

شیعہ راوی سے اخذ روایت میں امام مسلم کا منہج

امام مسلمؒ نے اگرچہ شیعہ قسم کے مبتدعین سے اخذ حدیث کیا اور بسا اوقات ان کی حدیث کو اصول میں ذکر کرکے یہ واضح کیا کہ یہ راوی ان کے نزدیک ثقہ ہے اور قبول حدیث میں اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، لیکن ان سے روایت لینے میں شیعہ اور غیر شیعہ مبتدع کے مابین تفریق کی ہے۔ امام مسلمؒ نے بعض امور میں ان دونوں قسموں سے روایت لینے میں باہم مختلف منہج استعمال کیا ہے۔ ذیل میں ہم امام مسلمؒ کا شیعہ رواۃ سے اخذ حدیث میں منہج پیش کرتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے ان سے اخذ حدیث میں دیگر مبتدع رواۃ کی بہ نسبت زیادہ احتیاط کا دامن تھاما ہے۔ شیعہ سے اخذ حدیث میں امام مسلمؒ نے جو منہج اختیار کیا ہے اس کے نکات حسب ذیل ہیں۔

1. امام مسلمؒ نے بدعت تشیع سے متہم لیکن اس سے بری رواۃ، تشیع سے تائب اور خفیف تشیع (حبِّ علی) کے مرتکب رواۃ سے، بشرطیکہ وہ ثقہ ہوں، بالاستیعاب روایات ذکر کرتے ہیں۔ انھوں نے ان کی روایات کو اصول میں بھی ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ان رواۃ کا مقام و مرتبہ عام اہل سنت رواۃ کے برابر ہے۔
2. امام مسلمؒ اصول میں غالی شیعہ سے روایت لینے کو قطعا صحیح خیال نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں اصول کسی ایسے راوی کی روایت نہیں ہے جو شیعیت میں غالی ہو۔
3. امام مسلمؒ کسی داعی شیعہ راوی کی حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے، لہذا صحیح مسلم میں ایک بھی ایسے راوی کی روایت نہیں ہے جو شیعیت کا داعی ہو۔ اگرچہ بعض رواۃ پر داعی و غالی ہونے کا اتہام ہے لیکن یہ اتہام ثابت نہیں ہے۔
4. امام مسلمؒ ایسے شیعہ راوی سے جو غالی اور داعی نہ ہو اس سے اگرچہ روایت لینے کے قائل ہیں، لیکن اس سے اخذ حدیث کے لیے چند شرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ یہ شرائط حسب ذیل ہیں۔

i. امام مسلمؒ غیر غالی و غیر داعی شیعہ راوی کی روایت کو اصول میں نقل کرنے کے لیے یہ شرط ملحوظ رکھتے ہیں کہ اس شیعہ سے روایت کرنے والا ایسا ثقہ اور ماہر جرح و تعدیل امام ہو جو ان امور کا خیال رکھ کر روایت کرے کہ وہ شیعہ راوی اپنی بدعت میں غالی ہو نہ ہو اور انھیں کامل اطمینان ہو کہ جو روایت اس شیعہ راوی نے بیان کی اس میں اس نے سہوا یا عمدا کسی غلط بیانی سے کام نہیں لیا، جیسے امام شعبہ ہیں۔

ii. اگر راوی میں یہ شرط نہ پائی جائے تو غیر غالی و غیر داعی شیعہ کی صرف اس روایت اصول میں ذکر کرتے ہیں جس کی صحت میں کوئی شبہ نہ ہو اور امام مسلمؒ نے دوسری سند سے اسے اپنی صحیح میں نقل کیا ہو۔

iii. اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ اس غیر غالی و غیر داعی شیعہ راوی کی روایت اس کی بدعت کی مؤید نہ ہو۔

iv. اگر شیعہ راوی ان شرائط کے مطابق نہ ہو تو اس کی روایت کو اصول میں ذکر نہیں کرتے بلکہ اسے متابعات و شواہد میں یا پھر مقرون بیان کرتے ہیں۔

v. شیعہ راوی حفظ وضبط میں کامل اور ثقہ راوی ہو۔ اگر اس کا حافظہ کمزور ہو یعنی وہ صدوق درجے کا راوی ہو تو اس کی روایت متابعات و شواہد میں قبول کرتے ہیں۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1]al-Hanbali, Ibn Rajab, Sharh Ilal al-Tirmidhi: 53/1, al-Nashir: Maktabat al-Manar - al-Zarqa – al-Urdun, al-Taba'ah: al-Ula, 1407H

[2]al-Dhahabi, Muhammad bin Ahmad bin Uthman, Shams al-Din, Mizan al-I'tidal fi Naqd al-Rijal, Dar al-Ma'rifah, Beirut, 1963, 5/1 Ibn Rajab al-Hanbali, Sharh Ilal al-Tirmidhi 399/1

[3]Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Sharḥ ʿIlal al-Tirmidhī, 1/399

[4]Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Sharḥ ʿIlal al-Tirmidhī, 1/399

[5]Muslim bin al-Ḥajjāj, Abū al-Ḥusayn al-Qushayrī al-Naysābūrī, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Dār al-Salām, al-Riyāḍ, 1998, p. 7

[6]Al-Farāhīdī, al-Khalīl bin Aḥmad, Kitāb al-ʿAyn, Dār Maktabat al-Hilāl, n.d., 2/191

[7]Al-Fayyūmī, Aḥmad bin Muḥammad, Al-Miṣbāḥ al-Munīr fī Gharīb al-Sharḥ al-Kabīr, al-Maktabah al-ʿIlmiyyah, Beirut, n.d., 1/329

[8]Ibn Ḥazm, ʿAlī bin Aḥmad, Al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal, Maktabat al-Khānjī, al-Qāhirah, n.d., 2/89–90

[9]Al-Qaffārī, Dr. Nāṣir bin ʿAbdullāh, Uṣūl Madhhab al-Shīʿah al-Imāmiyyah al-Ithnā ʿAshariyyah, Dār al-Riḍā li al-Nashr, n.d., p. 50

[10]Ibn al-Athīr, al-Mubārak bin Muḥammad, Al-Nihāyah fī Gharīb al-Ḥadīth, al-Maktabah al-ʿIlmiyyah, Beirut, 1997, 2/519–520

[11]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm, Minhāj al-Sunnah, 1/13, Jāmiʿat al-Imām Muḥammad bin Saʿūd al-Islāmiyyah, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1406 AH

[12]Al-Dhahabī, Shams al-Dīn, Mīzān al-Iʿtidāl, 1/6, Dār al-Maʿrifah li al-Ṭibāʿah wa al-Nashr, Beirut, Lebanon, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1382 AH

[13]Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān bin Muḥammad, Al-Muqaddimah, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Beirut, n.d., p. 196

[14]Abd al-Qādir Shaybah al-Ḥamd (translator: Muḥammad Shuʿayb), Aqwām ʿĀlam ke Adyān o Madhāhib, Muslim Publications, Sodhra, 2007, p. 18

[15]Ibn Ḥajar, Tahdhīb al-Tahdhīb, 1/94, Maṭbaʿat Dāʾirat al-Maʿārif al-Niẓāmiyyah, India, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1326 AH

[16]Al-Qāmūs al-Waḥīd, ʿArabī–Urdu Lughat, p. 648, Idārah Islāmiyyāt, June 2001

[17]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm, Minhāj al-Sunnah, Vol. 1, p. 35, Jāmiʿat al-Imām Muḥammad bin Saʿūd al-Islāmiyyah, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1406 AH.

[18]Al-Dhahabī, Shams al-Dīn, Mīzān al-Iʿtidāl, 1/6, Dār al-Maʿrifah li al-Ṭibāʿah wa al-Nashr, Beirut, Lebanon, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1382 AH

[19]Ibn Khaldūn, Tārīkh, ʿAbd al-Raḥmān bin Muḥammad, Vol. 1, p. 248, Dār al-Fikr, Beirut

[20]Raḥmat li-l-ʿĀlamīn, Qāḍī Muḥammad Sulaymān Manṣūrpūrī, Vol. 2, p. 375, Markaz al-Ḥaramayn al-Islāmī, Faisalabad

[21]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿUthmān, Shams al-Dīn, Abū ʿAbd Allāh, Tadhkirat al-Ḥuffāẓ, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, Lebanon, 1998, 2/126

[22]Ibn al-Athīr, ʿAlī bin Muḥammad, Abū al-Ḥasan al-Shaybānī, Al-Lubāb fī Tahdhīb al-Ansāb, Dār Ṣādir, Beirut, 1980, 3/38

[23]Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad bin ʿAlī, Abū al-Faḍl, Tahdhīb al-Tahdhīb, Dār al-Fikr, Beirut, 1984, 10/127

[24]Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Aḥmad bin ʿAlī bin Thābit, Abū Bakr, Tārīkh Baghdād, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, Lebanon, n.d., 13/101

[25]Ibn Manjawayh, Ahmad bin Ali, Rijāl Ṣaḥīḥ Muslim, Dār al-Maʻrifah, Bayrūt, 1407H: Vol. 1, p.29

[26]Al-Tujībī, al-Qāsim bin Yūsuf, Barnāmaj, al-Dār al-ʻArabiyyah lil-Kitāb, Tūnis, Ṭ. N.: p. 83

[27]Tārīkh Baghdād: Vol. 13, p. 101

[28]Muslim, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ: Ḥadīth no. 404, serial no. 905

[29]Ibn al-Ṣalāḥ, ʿUthmān bin ʿAbd al-Raḥmān al-Shahrazūrī, Ṣiyānat Ṣaḥīḥ Muslim min al-Ikhlāl wa al-Ghalaṭ, Dār al-Gharb, Bayrūt, 1408H: p. 67

[30]Ṣaḥīḥ Muslim: pp. 4–6

[31]Ṣaḥīḥ Muslim: p. 19

[32]Al-Maqdisī, Muḥammad bin Ṭāhir, Abū al-Faḍl, **Shurūṭ al-Aʾimmah al-Sittah**, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, Lubnān, 1984M: pp. 17–18

[33]Al-Ḥāzimī, Muḥammad bin Mūsā Ibn Ḥāzim, Abū Bakr Zayn al-Dīn, **Shurūṭ al-Aʾimmah al-Khamsah**, al-Maktabah al-Azharīyah lil-Turāth, Miṣr, 2005M: pp. 35–47

[34]Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad bin ʿAlī, **Hady al-Sārī Muqaddimat Fatḥ al-Bārī**, Dār al-Maʿrifah, Bayrūt, 1379H: p. 10

[35]Al-Atharī, Irshād al-Ḥaqq, **Aḥādīth Ṣaḥīḥ al-Bukhārī wa Muslim meñ Parwezī Tashkīk kā ʿIlmī Muḥāsabah**, Idārah ʿUlūm Athariyyah, Faisalabad, 2007: pp. 11–12

[36]Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad bin ʿAlī, Abū al-Faḍl, **al-Nukat ʿalā Kitāb Ibn al-Ṣalāḥ**, al-Jāmiʿah al-Islāmiyyah, al-Madīnah al-Munawwarah, 1984M: Vol. 1, p. 377

[37]Ibn al-Ṣalāḥ, **Ṣiyānat Ṣaḥīḥ Muslim**, p. 86

[38]Ibn al-Ṣalāḥ, **Ṣiyānat Ṣaḥīḥ Muslim**, p. 85

[39]Al-Atharī, Irshād al-Ḥaqq, **Aḥādīth Ṣaḥīḥ al-Bukhārī wa Muslim meñ Parwezī Tashkīk kā ʿIlmī Muḥāsabah**, p. 11

[40]Al-ʿArabiyyah al-Ḥadīthah, al-Qāhirah, 1402H: pp. 5–6, 45–57

[41]Ṣaḥīḥ Muslim: Ḥadīth no. 404, serial no. 905

[42]Al-Zaylaʿī, ʿAbdullāh bin Yūsuf, Abū Muḥammad, **Naṣb al-Rāyah li Aḥādīth al-Hidāyah**, Muʾassasat al-Rayyān, Bayrūt, 1997M: Vol. 1, p. 10

[43]Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad bin Abī Bakr Ayyūb, **Zād al-Maʿād fī Hady Khayr al-ʿIbād**, Muʾassasat al-Risālah, Bayrūt, 1994M: Vol. 1, p. 364

[44]**Ṣiyānat Ṣaḥīḥ Muslim**, p. 99

[45]**Ṣaḥīḥ Muslim, pp. 4–6**

[46]Al-Qāḍī ʿIyāḍ, Ibn Mūsā bin ʿIyāḍ al-Yaḥṣubī, **Ikmāl al-Muʿlim bi-Fawāʾid Muslim**, Dār al-Wafāʾ, 1998M: Vol. 1, p. 86

[47]**Ṣiyānat Ṣaḥīḥ Muslim**, p. 96.

[48]Al-Muʿallimī, ʿAbd al-Raḥmān bin Yaḥyā bin ʿAlī al-Yamānī, **al-Anwār al-Kāshifah**, ʿĀlam al-Kutub, Bayrūt, 1982M: p. 18

[49]Ibn al-Wazīr, Muḥammad bin Ibrāhīm, **al-Rawḍ al-Bāsim fī al-Dhabb ʿan Sunnat Abī al-Qāsim ﷺ**, Dār ʿĀlam al-Fawāʾid lil-Nashr, Ṭ. N.: Vol. 1, p. 55

[50]Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān bin Muḥammad bin Idrīs, Abū Muḥammad al-Rāzī, **Ādāb al-Shāfiʿī wa Manāqibuh**, Maktabat al-Khānjī, al-Qāhirah, 1993M: p. 306

[51]Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān bin Muḥammad bin Idrīs, Abū Muḥammad al-Rāzī, **Ādāb al-Shāfiʿī wa Manāqibuh**, Maktabat al-Khānjī, al-Qāhirah, 1993M: p. 306

[52]Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Aḥmad bin ʿAlī bin Thābit, Abū Bakr, **al-Kifāyah fī ʿIlm al-Riwāyah**, Dār al-Kitāb al-ʿArabī, Bayrūt, Lubnān, 1985M: p. 101

[53]Ibn Ḥibbān, Muḥammad bin Ḥibbān, Abū Ḥātim al-Tamīmī al-Bustī, **Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān (bi Tartīb Ibn Balabān)**, Muʾassasat al-Risālah, Bayrūt, 1993M: Vol. 1, p. 151

[54]Ibn al-Athīr, al-Mubārak bin Muḥammad al-Jazarī, Abū al-Saʿādāt, **Jāmiʿ al-Uṣūl fī Aḥādīth al-Rasūl**, Dār al-Fikr, 1969M: Vol. 1, pp. 74–75

[55]Al-Ghazālī, Muḥammad bin Muḥammad, Abū Ḥāmid, **al-Mustaṣfā fī ʿIlm al-Uṣūl**, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1413H: p. 125

[56]Ibn al-Wazīr, **al-Rawḍ al-Bāsim fī al-Dhabb ʿan Sunnat Abī al-Qāsim ﷺ**, Vol. 1, p. 164

[57]Al-Nawawī, Yaḥyā bin Sharaf, **Mā Tamsu Ilayhi Ḥājah al-Qārī li Ṣaḥīḥ al-Imām al-Bukhārī**, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, Ṭ. N., p. 65

[58]Al-Ḥāzimī, **Shurūṭ al-Aʾimmah al-Khamsah**, pp. 60–61.

[59]Al-Sakhāwī, Muḥammad bin ʿAbd al-Raḥmān, Shams al-Dīn, **al-Mutakallimūn fī al-Rijāl**, Dār al-Bashāʾir, Bayrūt, 1990M: pp. 138–144

[60]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿUthmān, Shams al-Dīn, Abū ʿAbdullāh, **Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ**, Muʾassasat al-Risālah, Bayrūt, 1993M: Vol. 7, p. 40.

[61]**Naṣb al-Rāyah li Aḥādīth al-Hidāyah**, Vol. 1, p. 10

[62]**al-Mutakallimūn fī al-Rijāl**, p. 144

[63]Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad bin ʿAlī, **Nuzhat al-Naẓar fī Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikar**, Maktabat al-Malik Fahd, al-Riyāḍ, 2001M: p. 209

[64]Ibn al-Qayyim, Muḥammad bin Abī Bakr Ayyūb, **[work not specified]**, Dār al-Andalus, al-Saʿūdiyyah, 1993M: p. 242

[65]Ibn Manjawayh, Aḥmad bin ʿAlī, Abū Bakr al-Iṣbahānī, **Rijāl Ṣaḥīḥ Muslim**, Dār al-Maʿrifah, Bayrūt, 1407H: Vol. 1, p. 68

[66]Ibn Saʿd, Muḥammad bin Saʿd bin Manīʿ, Abū ʿAbdullāh al-Baṣrī, **al-Ṭabaqāt al-Kubrā**, Maktabat al-ʿUlūm wa al-Ḥikam, al-Madīnah al-Munawwarah, 1408H: Vol. 6, p. 360

[67]Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān bin Muḥammad bin Idrīs, Abū Muḥammad al-Rāzī, **al-Jarḥ wa al-Taʿdīl**, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Bayrūt, 1952M: Vol. 2, p. 297

[68]Aḥmad bin Ḥanbal, Abū ʿAbdullāh al-Shaybānī, **al-ʿIlal wa Maʿrifat al-Rijāl**, al-Maktab al-Islāmī, Bayrūt, 1988M: Vol. 3, p. 284

[69]Ibn Abī Ḥātim, **al-Jarḥ wa al-Taʿdīl**, Vol. 2, p. 297

[70]Aḥmad bin Ḥanbal, Abū ʿAbdullāh al-Shaybānī, **Suʾālāt Abī Dāwūd li al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal fī Jarḥ al-Ruwāt wa Taʿdīlihim**, Maktabat al-ʿUlūm wa al-Ḥikam, al-Madīnah al-Munawwarah, 1414H: p. 307

[71]**al-Jarḥ wa al-Taʿdīl**, Vol. 2, p. 297

[72]Ibn Ḥibbān, **Kitāb al-Thiqāt**, Vol. 6, p. 67

[73]Ibn Shāhīn, ʿUmar bin Aḥmad, Abū Ḥafṣ al-Wāʿiẓ, **Tārīkh Asmāʾ al-Thiqāt**, al-Dār al-Salafiyyah, al-Kuwayt, 1984M: p. 39

[74]Ibn ʿAdī, ʿAbdullāh bin ʿAdī, Abū Aḥmad al-Jurjānī, **al-Kāmil fī Ḍuʿafāʾ al-Rijāl**, Dār al-Fikr, Bayrūt, 1988M: Vol. 1, p. 390

[75]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, Shams al-Dīn, Abū ʿAbdullāh, **al-Mughnī fī al-Ḍuʿafāʾ**, Idārat Iḥyāʾ al-Turāth, Qaṭar, Ṭ. N.: Vol. 1, p. 37

[76]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, Shams al-Dīn, Abū ʿAbdullāh, **Dhikr Asmāʾ man Takallama fīhi wa huwa Muwaththaq**, Maktabat al-Manār, al-Zarqāʾ, 1986M: p. 28

[77]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, Shams al-Dīn, Abū ʿAbdullāh, **Dhikr Asmāʾ man Takallama fīhi wa huwa Muwaththaq**, Maktabat al-Manār, al-Zarqāʾ, 1986M: p. 28

[78]Al-Jawzajānī, Ibrāhīm bin Yaʿqūb, Abū Isḥāq, **Aḥwāl al-Rijāl**, Muʾassasat al-Risālah, Bayrūt, 1405H: p. 67

[79]Al-ʿUqaylī, Muḥammad bin ʿAmr bin Mūsā, Abū Jaʿfar al-Makkī, **al-Ḍuʿafāʾ al-Kabīr**, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1998M: Vol. 1, p. 36

[80]Ibn al-Jawzī, ʿAbd al-Raḥmān bin ʿAlī bin Muḥammad, Abū al-Faraj, **al-Ḍuʿafāʾ wa al-Matrūkīn**, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1406H: Vol. 1, p. 15

[81]**Tahdhīb al-Tahdhīb**, Vol. 1, p. 82

[82]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, Abū Abdullāh, **Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr wa al-Aʿlām**, Dār al-Kitāb al-ʿArabī, Bayrūt, 1987M: Vol. 9, p. 55

[83]Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, **al-Kāshif fī Maʿrifat man lahu Riwayah fī al-Kutub al-Sittah**, Dār al-Qiblah lil-Thaqāfah al-Islāmiyyah, Jeddah, 1992M: Vol. 1, p. 205

[84]Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad bin ʿAlī, Abū al-Faḍl, **Taqrīb al-Tahdhīb**, Dār al-Rashīd, Sūriyā, 1986M: p. 87

[85]**Tahdhīb al-Tahdhīb**, Vol. 1, p. 81

[86]*al-Jarh wal-Ta'dil*: Vol. 5, p. 227

[87]*al-Du'afa' al-Kabir*: Vol. 1, p. 36

[88]*al-Mughni fi al-Du'afa'*: Vol. 1, p. 37

[89]*al-Kamil*: Vol. 1, p. 390

[90]*Mizan al-I'tidal*: Vol. 1, pp. 5–6

[91]*Tahdhib al-Tahdhib*: Vol. 1, p. 94

[92]*Tahdhib al-Kamal*: Vol. 3, p. 134

[93]*Tahdhib al-Tahdhib*: Vol. 1, p. 314

[94]*Ṣaḥīḥ Muslim, raqm al-ḥadīth: 1424, 7070.*